رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ للعہ
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

ہفتہ وار
# مملکت

ایڈیٹر: میر حسن الدین
مینیجنگ ایڈیٹر: سید عابد حسین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ للعہ
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد (۹) | ۱۴ امہر ۱۳۵۸ف | ۱۸ شوال ۱۳۶۸ھ روز یکشنبہ | ۱۴ اگسٹ ۱۹۴۹ء | نمبر (۱۸)

## ہندوستان میں شہری آزادیاں

از

پی ، آر ، داس

نوع انسان اس خود فریبی میں مبتلا رہی ہے کہ شہری آزادیوں کی ضمانت جو کسی بدیسی حکومت کے تحت ضروری سمجھی جاتی ہے وہ ایسے دستور میں ضروری نہیں جس کو خود عوام مرتب کرتے ہیں۔ امریکہ کا دستور مرتب کرنے والوں نے بھی یہی استدلال کیا تھا۔ ابتداءً امریکی دستور میں شہری آزادیوں کی ضمانت درج نہیں تھی لیکن تجربہ سے ظاہر ہوا کہ اس کی سخت ضرورت ہے چنانچہ دستور ترمیم جدید میں اس کا اضافہ کیا گیا۔ جو لوگ شہری آزادیوں کی ضمانت ضروری نہیں سمجھتے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ حصول اقتدار کا رجحان کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ انسان اقتدار کے ۔۔ دیوانا ہی ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ آج ہندوستان میں ایک پارٹی کی حکومت ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس کا وقار اور اثر اس قدر ہے کہ جب اس نے ایک پارٹی کی حیثیت سے انتخابات لڑا یا تو کسی اور پارٹی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ آج کانگریس خود مملکت ہے اور جیسا کہ ہر اس مملکت میں جہاں ایک پارٹی برسر اقتدار ہو اس میں آمریت کا میلان پیدا ہو گیا ہے۔ ایک پارٹی والی حکومت جمہوری مملکت کے منافی ہے۔ پروفیسر لاسکی نے ایک پارٹی والی مملکت کی خرابیوں پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مملکت کا پورا اقتدار ایک پارٹی کے ہاتھ میں آجاتا ہے اور اس پارٹی کی مرضی ہی قانون بن جاتی ہے۔ ایسی پارٹی اپنے حدود سے تجاوز کرتی ہے اور آزادی آمریت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

ہندوستان کے مجوزہ دستور میں عاملہ کو یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ دوسری سیاسی جماعتوں کو دبائے، صحافت کی آزادی، تقریر اور اجتماع کی آزادی میں مداخلت کرے، بلا تحقیقات لوگوں کو قید کر دے اور اس طرح آمریت کے لئے راستہ صاف کرے۔

صحافت کی آج جو حالت ہے اس کے متعلق میں صدر کانگریس ڈاکٹر پٹابی سیتا رامیا کے اس خیال کو پیش کروں گا جو انھوں نے ایک پریس کانفرنس میں ظاہر کیا تھا۔ انھوں نے تسلیم کیا کہ صحافت کو قومی حکومت کے تحت وہ آزادی حاصل نہیں ہے جو غیر ملکی حکومت کے تحت حاصل تھی۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ بدیسی حکومت کے زمانہ میں صحافت بھی کسی سیاسی جماعت کی طرح وطنی تحریک کا ایک جزو تھی اور اب قومی حکومت کے تحت وہ حکومت کا جزو ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قومی حکومت کے قیام کے بعد صحافت کی آزادی بہت متاثر ہوئی ہے۔ وہ اس سوال کے جواب میں کہ کیا یہ مطلق العنانی نہیں ہے صدر کانگریس نے کہا کہ جمہوریت چند منتخبہ افراد کی مطلق العنانی ہے۔ جمہوریت میں ایک آمر کو عوام کی جانب سے وسیع اختیارات دئے جاتے ہیں۔ لیکن جوں ہی یہ جمہوری آمر اپنے حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ بلندی سے نیچے گرا دیا جاتا ہے۔ پارٹی کے قائد کے انتخاب میں ہر سال یہی تو ہوتا ہے۔" مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں صدر کانگریس کے استدلال کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ صرف ایک چیز یہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کانگریس کی آمریت کی طرف مائل ہیں۔ جمہوریت کے جدید تصور سے وہ بیگانہ ہیں۔

ہندوستان میں شہری آزادیوں کی بحث کے سلسلہ میں مسٹر ایٹلی کی اس رائے کو پیش کرنا میں مناسب سمجھتا ہوں جو انھوں نے پارلیمنٹ میں ظاہر کی تھی۔ مسٹر ایٹلی سے کہا گیا تھا کہ کمیونسٹ خطرہ کے انسداد کے لئے ویسے ہی "امن منظور کرائیں جیسا کہ ہندوستان اور فرانس میں نافذ کئے گئے ہیں۔ انھوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "میں نہیں مانتا کہ معزز رکن نے ان سخت تدابیر کا مطالعہ کیا ہے جو ہندوستان کی صوبہ واری حکومتوں نے اختیار کی ہیں اور معلوم نہیں کہ معزز رکن اور ان کی پارٹی بلا تحقیقات قید کرنے کے اختیار کی تائید کرے گی۔ یا وہ ایسی ہی کی دوسری چیزوں کو یہاں خطرناک سمجھا جاتا ہے۔"

مجھے اعتراف ہے کہ جب میں مسٹر ایٹلی کی اس رائے پر غور کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کو شرم سے گردن جھکا لینا چاہیئے۔ ہندوستان میں آج ...

(باقی ...)

۷۸۶

# مملکت

۱۳ ستمبر ۵۰ء

## پنڈت نہرو کی اپیل

آج کل ہندوستان میں غذا کا مسئلہ تشویش ناک ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ایک ایسا بنیادی مسئلہ ہے جس سے اگر غفلت برتی جائے تو سارا ملک فاقہ کشی کی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔ دوران جنگ میں اور اس کے بعد بھی ہمارے قائدین اور سیاسی کارکن اغذیہ کے مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دے رہے تھے جس کا وہ مستحق تھا۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ سیاسی اغراض کے لئے اس مسئلہ کو استعمال کرتے رہے۔ اغذیہ کی قلت سے ملک کے سارے باشندے بلا امتیاز ملت و مذہب متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ایک خالص انسانی مسئلہ ہے اس کو سیاسیات سے الگ رکھنا ضروری تھا۔ اغذیہ کی موجودہ قلت کے اسباب بیان کرتے ہوئے حکومت ہند کے ایک ذمہ دار عہدہ دار نے کہا تھا کہ ہندوستان میں مسلسل تین سال تک بارش کی کمی کی وجہ سے اس وقت مجموعی طور پر قلت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور وہ علاقے جن میں فاضل اناج پیدا ہوتا تھا تقسیم ملک کی بنا پر ہندوستان سے علیحدہ ہو گئے۔ اگر موسم اچھا ہو تو ۱۹۵۱ء تک ہم [illegible] پیداوار بڑھا کر یہ قلت دور کر سکتے ہیں۔ یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ وہ ملک جو کچھ عرصہ قبل غلہ برآمد کرتا تھا اب اسے اپنے لئے دوسرے ملکوں کا محتاج ہونا پڑا۔ اس نازک صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے پنڈت نہرو نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں چند تجاویز پیش کی ہیں اور یہ اپیل کی ہے کہ کاشتکار اپنی سرگرمیوں کو بڑھا دیں اس کے علاوہ گھریلو طور پر اشیائے خوردنی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ دوسرے یہ کہ ہم غلہ کو نہایت احتیاط سے صرف کریں اور ایک دانہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ پنڈت نہرو نے انفرادی جدوجہد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا کہ۔

"اگر ہندوستان کا ہر فرد اپنی انفرادی حیثیت میں غلہ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو پھر ہندوستان کی فضا سے غلہ کی کمی کے بادل چھٹ سکتے ہیں۔ اس وقت ہر ایک کو اپنی بساط بھر کوشش کر کے غلہ زیادہ اگاؤ کی مہم میں ہاتھ بٹانا چاہیے۔ یہ انفرادی کوشش بالآخر کامیاب ثابت ہوگی۔ جس طرح مہاتما گاندھی نے ملک کے ہر فرد کو چرخہ کاتنے کا طریقہ سکھا کر بڑی حد تک اپنی آپ مدد کرنے کا احساس پیدا کیا وہ ایک زبردست کامیابی کا باعث بنا۔ اسی طرح غلہ زیادہ اگاؤ کی مہم کے سلسلہ میں ایک فرد اپنے تمام گھر کا اناج نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی اپنا غلہ آپ اگانے کے احساس کی وجہ سے بڑی حد تک کمی پوری ہو سکتی ہے۔ تقریبوں اور شادیوں پر اس زمانہ میں غلہ صرف کرنا جرم اور گناہ عظیم ہے۔ اس لئے قوم کو اس لعنت سے بچنا چاہیے کیونکہ جو غلہ ہم اس وقت زائد صرف کریں گے وہ بیرونی ہے اور اس پر قوم کی دولت بھی ضائع جائے گی اور اس طرح ہم دوسرے ملک کے افراد کی غذا کو بیجا صرف کر کے اپنے بھائیوں کو فاقوں میں مبتلا کر دیں گے۔ سرمایہ داروں کو چاہیے کہ وہ ایسے جرائم سے باز آئیں جو اس وقت دوسرے جرائم سے زیادہ سنگین ہیں۔"

ہم سمجھتے ہیں کہ تقاریب اور شادیوں پر ہندوستان سے زیادہ حیدرآباد میں غلہ ضائع ہوتا ہے اور چور بازار سے غلہ فراہم کر کے اس "گناہ عظیم" کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں قائدین کی نصیحتیں اور حکومت کے امتناعی احکام بے اثر ثابت ہوئے ہیں۔ ابھی عوام میں یہ احساس نہیں پیدا ہوا کہ غلہ کو ضائع ہونے سے بچانا اپنے آپ کو فاقہ کشی سے محفوظ رکھنا ہے۔

حکومت حیدرآباد کے ایک حالیہ اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ "زیادہ غلہ اگاؤ" کی جو مہم حکومت ہند جاری کر رہی ہے اس سلسلہ میں حکومت حیدرآباد نے بھی ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ حکومت حیدرآباد ایک سہ سالہ منصوبہ روبہ عمل لانا چاہتی ہے جس کے نتیجے کے طور پر یہ توقع کی جا رہی ہے کہ غذائی اعتبار سے حیدرآباد خود مکتفی ہو جائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محکمہ زراعت نے متعدد اسکیمیں تیار کی ہیں جن کو روبہ عمل لایا جائے گا۔ ان تجاویز میں ٹریکٹروں کا استعمال خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حکومت ہند نے صوبوں اور ریاستوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس دہلی میں طلب کی تھی جس میں حیدرآباد کے نمائندے بھی شریک تھے۔ حکومت حیدرآباد نے غذائی پیداوار میں اضافوں کا ایک سالانہ تختہ مرتب کر کے حکومت ہند کے پاس روانہ کیا ہے اور حسب ذیل امور کو پیش نظر رکھ کر تین سالہ منصوبہ منظور کیا گیا:-

(۱) آبپاشی کے چھوٹے کام جن میں باولیوں کی کھدائی بھی شامل ہے۔

(۲) بیکار زمینات کو زیر کاشت لانا اور پشتہ بندی۔

(۳) کیمیائی کھادوں، مرکب کھادوں، کھلیوں اور کھادوں کے آمیزوں کا استعمال۔

(۴) بہتر تخم کا استعمال

مختلف مقامات پر ٹریکٹروں کی درستگی و مرمت کے لئے ورکشاپ قائم کئے جائیں گے۔ آبپاشی کے مختلف ذرائع کو درست کیا گیا ہے۔ اس کی بھی [illegible] کی جا رہی ہے کہ اس سہ سالہ منصوبہ کے ختم تک تنگبھدرا پراجکٹ کا پانی بھی استعمال کیا جا سکے گا۔

اگر یہ مہم کامیاب ہو جائے تو توقع کی جا سکتی ہے کہ ملک کے باشندوں [illegible]

...انی درستی غذا میسر آئے گی۔ کانگریس کی کامیابی کی شرط اولین یہ ہے کہ ملک میں امن قائم ہے اور عوام حکومت سے پورا تعاون کریں۔ جب یہ بنیادی مسئلہ حل ہو جائے گا تو دوسرے مسائل کی طرف پوری توجہ کی جاسکے گی۔ اس سلسلہ میں ایک امر دریافت طلب رہ جاتا ہے کہ بارش کا موسم شروع ہو کر دو ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے معلوم نہیں اضلاع میں بارش کی کیا حالت ہے اور فصلوں کی کیا کیفیت ہے۔ اگر وقتاً فوقتاً پریس نوٹ کے ذریعہ حکومت حیدرآباد ان امور پر روشنی ڈالے تو عوام کے لئے موجب طمانیت ہوگا۔

# زبان کا مسئلہ

## عاملہ کانگریس کی قرارداد

نئی دہلی ۸ اگست۔ زبان کے مسئلہ پر آج ایک قرارداد منظور کر لینے کے بعد مجلس عاملہ کانگریس کا اجلاس غیر معین مدت تک ملتوی کر دیا گیا۔ عاملہ نے سرکاری زبان کے مسئلہ پر بھی غور کیا۔

زبان کے مسئلہ پر عاملہ کانگریس کی منظورہ قرارداد کے حسب ذیل نمایاں نکات یہ ہیں:-

۱۔ کل ہند مقصد کے تحت ایک سرکاری زبان ہوگی، جس کے ذریعہ یونین کے تمام کاروبار انجام پائیں گے۔

۲۔ نظم و نسق کے مقصد کے تحت صوبائی زبان یا متعلقہ رقبہ کی زبان کو استعمال کیا جائے گا۔

۳۔ ایسے صوبے میں جہاں دو سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں تو ان رقبہ جات کو لسانی اساس پر تقسیم کر دیا جا کر وہاں کی زبان استعمال کی جایا کرے گی۔

۴۔ تحتانوی مدارج میں بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دیجائیگی اور اس کا فیصلہ والدین یا سرپرست کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ان کے بچوں کی مادری زبان کیا ہے۔

۵۔ ثانوی مدارج میں کل ہند سرکاری زبان کے مطالعہ کو ثانوی زبان کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے گا۔

۶۔ جامعاتی مدارج میں ذریعہ تعلیم صوبائی زبان ہوگی۔

۷۔ اردو کا بھی ان زبانوں میں شمار ہوگا۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ زبان کا مسئلہ چونکہ عوام کا موضوع بحث بنا ہوا ہے اس لئے مجلس عاملہ چند ایسے اصول کے تعین کو مناسب سمجھتی ہے کہ انہیں خاص حالات میں خاص رقبہ جات میں منطبق کیا جاسکتا ہے۔

قرارداد میں آگے چل کر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ زبان کے اس مسئلہ پر تعلیم و نظم و نسق کے ہر دو نقطہ ہائے نظر سے غور کرنا ہر آن الوقت ایسے صوبے اور ریاستیں بھی موجود ہیں جہاں ایک سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے بہت ساری زبانیں بہت وسیع ہیں اور ان میں ادب کا بھی بہت قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔ ان زبانوں کی نہ صرف حفاظت کی جانی ضروری ہے بلکہ ان کی ترقی و وسعت کے لئے بھی کوشش کی جانی چاہئے اور ایسا کوئی اقدام نہ ہونا چاہئے کہ جس سے ان کی ترقی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہو۔

---



# سب ساتھی ہیں

تمام نہاد "کمیونسٹ ساتھیوں" کے نزدیک ملنساری اور بے تکلفی کا کیا مفہوم ہے اور اس میں ان کے لئے ذاتی نفع حاصل کرنے کے کیسے وسیع امکانات موجود ہیں، اس کا اندازہ ایک حالیہ حادثے سے بخوبی ہو سکتا ہے جو تعلقہ کھم ضلع ورنگل کے ایک گاؤں گلشی پدرم میں پیش آیا۔

۱۲۔ جولائی ۱۹۴۹ء کی رات کو ایسے آٹھ "ساتھیوں" کی ایک ٹولی مذکورہ گاؤں کے بعض کلالوں کے مکانوں میں گھس پڑی۔ کلال شراب کی آٹھ غیر قانونی کشید میں مصروف تھے ان "ساتھیوں" نے جی بھر کے شراب پی اور کلالوں کو یہ نصیحت کر کے اس مقام سے رخصت ہوئے کہ وہ یہ تماشہ جاری رکھیں اور کھیتوں پر کام نہ کریں۔

# سیاسی نمک پارے

از

## کشاف

بلا تنقید:-

بنارس یونیورسٹی کی ایک طالبہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ درپردہ کمیونسٹ تحریک میں حصہ لینے کے الزام میں مقامی پولیس نے جب انھیں گرفتار کرنا چاہا تو موصوفہ نے چیلنج دیا کہ کوتوالی میں دم ہے تو اقامت خانہ کے کمرے میں داخل ہو کر ان کو گرفتار کرے۔ جب کوتوالی کے عہدہ داروں نے اقامت گاہ میں لینے کی کوشش کی تو موصوفہ نے عہدہ دار کوتوالی پر اپنی ہی چپل سے وار کیا۔

---

پنڈت راما چاری اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ:-

آج حیدرآباد کی جنتا کو عوامی حکومت کی ضرورت ہے۔ مجالس مشاورت کی نہیں۔ مجالس مشاورت عوامی حکومت کا بدل نہیں۔

اگر سوامی جی ہونے والے وزراء کو مجلس مقننہ میں بھیج کر ٹریننگ دلانا چاہیں تو ان کی اس حقیقت پسندی پر اعتراض کرنا رجعت پسندی ہے۔

---

گورنر مغربی بنگال ڈاکٹر کاٹجو ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ:-

جب آپ کسی دوسری حکومت کا ذکر کریں خواہ وہ جنوبی افریقہ ہو یا مشرقی پاکستان، روس ہو یا امریکہ تو اس کا لحاظ رکھیں کہ لب و لہجہ دوستانہ ہو۔ اس کے روشن پہلو کو نمایاں کریں نہ کہ کمزوریوں کو۔

---

اگر اس پر عمل کیا گیا تو فرقہ پرستی، قیادت اور دوستی سب کا دیوالیہ ہو جائے گا۔

حیات تازہ، اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خود فریبی، ناشکیبائی، ہوسناکی

---

ننگوں اور بھوکوں کی تعداد بڑھانے کے لئے آزادی حاصل نہیں کی گئی۔ (اچیوت پٹوردھن)

آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے شاید اب ضبط تولید سے کام لینا پڑے۔

---

زبانوں کے مسئلہ پر مجلس عاملہ کانگریس کی قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے "دکن کرانیکل" لکھتا ہے کہ:-

ہمارے مسلمان بھائی اس کا خیر مقدم کریں گے کہ اردو کو مسلمہ زبانوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔

تو گویا اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ اور رتن ناتھ سرشار، چکبست، سر تیج بہادر سپرو وغیرہ سب مسلمان تھے۔

---

کل ہند مہا سبھا کے معتمد عمومی ایک بیان میں لکھتے ہیں کہ:-

آئندہ ہونے والے مغربی بنگال کے انتخابات میں ہندو مہا سبھا بھی حصہ لے گی اور امید ہے کہ اس کو بہت سی نشستوں پر قبضہ کرنے میں کامیابی ہوگی۔

اس کے بعد جو حکومت تشکیل پائے گی وہ بالکل غیر مذہبی اور غیر فرقہ داری ہوگی۔

---

دکن نیوز کی اطلاع ہے کہ:-

سوامی راما نند تیرتھ نے اپنا سفر دہلی ملتوی کر دیا ہے کیونکہ سردار پٹیل خرابی صحت کی وجہ سے ملاقات نہ کر سکیں گے۔ توقع ہے کہ سردار پٹیل سے سوامی جی بمبئی میں ملنے کی کوشش کریں گے۔

سوامی جی کو توقع ہو یا نہ ہو "دکن نیوز" کو توقع ضرور ہے۔ دھنی ست گرو چت۔

---

بڑی سے بڑی قربانی دینا عوام کا فرض ہے۔ (تیاگی)

عوام کی قربانیوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا لیڈروں کا حق ہے۔

---

معاصر "سلطنت" کا مشورہ ہے کہ:-

انگریزی زبان کی اہمیت اور جہانگیری سے انکار کرنا مقصود نہیں ہے۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اب ہمیں انگریزی کی ضرورت نہیں۔

جو لوگ انگریزی جانے بغیر صحیفہ نگار بن سکتے ہیں انھیں انگریزی کی کیا ضرورت ہے؟

---

معاصر "حمایت دکن" کا بیان ہے:-

ہم نے آج تک موجودہ حکومت کے خلاف قلم اس لئے نہیں اٹھایا کہ وہ غیر مذہبی حکومت ہے۔ اس نے اکثریت اور اقلیت میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا۔ وہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں جو ہم کو حکومت کے خلاف خیال کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ کو اس طرح کی صفائی پیش کرنے کی کیوں ضرورت لاحق ہوئی؟

---

مسٹر سریڈاس راؤ دفورکر ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ لنگایت فرقہ کے لوگ بڑی تعداد میں کانگریس کے ساتھ ہیں۔

پولیس ایکشن سے قبل مسٹر دفورکر کس کے ساتھ تھے؟

---

# صدر اور گورنروں کے آمرانہ اختیارات

از

ایس، آر، شرما

جمہوریہ ہندوستان کے دستور اساسی میں ایک دفعہ ایسی ہے جو دنیا کے کسی جمہوری ملک کے دستور میں موجود نہیں۔ یہاں یہ فرض کیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ کبھی بیرونی جنگ یا اندرونی بدنظمی کی وجہ سے ایسے ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں جن کی وجہ سے یونین کی سلامتی اور امن وامان کے لئے شدید خطرات لاحق ہوں اور ایسے حالات میں جمہوری طرز کی نمائندہ حکومت کو چلانا ممکن نہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر ہنگامی حالات کسی صوبے تک محدود ہوں تو گورنر وہاں کے لئے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھ سکتا ہے اور اگر ہندوستان کی سلامتی خطرے میں ہو تو صدر جمہوریہ ملک کے تمام شاہی اختیارات اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔

اس قیاس کی بنیاد یہ ہے کہ ممکن ہے کبھی ایسے حالات موجود ہوں جب پارلیمانی مجلس متعلقہ صوبے یا ملک کے حالات پر قابو رکھنے کی اہلیت نہ رکھتی ہو۔ یہ مفروضہ بالکل مہمل اور بے بنیاد ہے اور ۱۹۳۷ء میں کانگریس نے ان اقدامات کی مخالفت میں چھ ماہ تک عہدے قبول نہیں کئے اور پھر اسی بنا پر استعفا دے دیا۔ آج سے گورنر اور صدر اگر ہندوستانی ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہو گیا۔ اگر ملک میں ضبط ونظم اور امن وامان کے لئے دستور اور مجلس وزراء حالات پر قابو پانے کی صلاحیت نہ رکھتی تو یہ بات کیسے مان لی جائے کہ گورنر کی آمریت اس دور میں بہتر ثابت ہوگی۔ اسی طرح اگر ہندوستان کی سلامتی خطرہ میں ہو تو یہ ضروری نہیں کہ صدر کی آمرانہ شاہی سے تمام مشکلیں آسان ہو جائیں۔

یہ بات سمجھ سے بعید ہے کہ دستور سازوں کے ذہن میں کن غیر معمولی حالات کا تصور تھا جن کے لئے دستور اساسی میں یہ اہتمام کیا ہے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ شاید کبھی وہ وقت بھی آ جائے جب قانون ساز اسمبلی اور مجلس وزراء سارے ملک یا کسی صوبے کے امن وامان کے لئے ایک خطرہ بن جائیں گے۔ اگر دستور سازوں کا یہ وہم ہے تو جو علاج انہوں نے تجویز کیا ہے وہ مرض سے زیادہ مہلک ہے۔

ان ہنگامی اختیارات کی رو سے صدر یا گورنر قانونی طور پر بھی چلتی ہوئی وزارت کو معطل کر کے ملک کے لئے اور زیادہ خطرات پیدا کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صدر یا گورنر اور اس کی کابینہ میں جو اختلافات پیدا ہو جائیں گے ان سے ہنگامی حالات کی نزاکت بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ دستور سازوں نے جو مقصد اپنے سامنے رکھا ہے وہ پورا نہیں ہوتا۔

ان ہنگامی اختیارات سے کام لینا صدر جمہوریہ اور گورنروں کے لئے اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب وہ وزیر اعظم اور وزراء سے حاصل شدہ معلومات کے علاوہ اپنے ماتحت اور ایک آزاد سراغ رسانی کا عملہ رکھتے ہوں جو انہیں ملک کے حالات سے باخبر کرتا رہے جیسا کہ برطانوی دور حکومت میں دستور تھا۔ اس کے علاوہ ان کے عملہ میں ایسے مشیر بھی ہوں جو ایسے ہنگامی حالات میں صحیح مشورہ دے سکیں کیونکہ گورنر اکیلا تو سارے کام صحیح طریقے سے انجام نہیں دے سکتا اور جب صورت حال وزراء سے پوشیدہ رکھی جائے گی تو ان مشیروں کی اور وزراء کی ناگوار ثابت ہوگی۔ یہ تمام باتیں جمہوری اصولوں کے منافی ہیں۔ اگر صدر یا گورنر ایسا عملہ مقرر کریں گے تو ایسے ایجنٹوں سے مدد لیں گے تو وزراء انہیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ ان امور کے لئے جو مصارف ہوں گے وہ سرکاری خزانہ سے حاصل کئے جائیں گے اور ممکن ہے ان مصارف کو کابینہ اور پارلیمنٹ نامنظور کرے کیونکہ کس طرح وزراء کبھی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا پسند کریں گے۔ اور ممکن ہے صدر اور گورنروں کو ایسی ہی دستوری الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے جن سے ۱۹۳۷ء میں برطانوی گورنروں کو دوچار ہونا پڑا تھا۔

اب اس کے بعد یہ دلیل پیش کی جا سکتی ہے کہ گورنر مجلس وزراء کے مشورہ سے ہنگامی صورت حال کا اعلان کرے گا۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو اور بھی خطرناک ہے اگر گورنر اور مجلس وزراء کوئی خونی انقلاب برپا کرنا چاہیں تو پندرہ روز کی مہلت میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر یہ پابندی لگا دی گئی کہ گورنر جنرل کو تمام حالات سے آگاہ کرنا ضروری ہے تو کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا اور ان اختیارات کا ناجائز استعمال ہونے کا تدارک نہیں ہو سکتا جس طرح ممکن ہے ہنگامی حالات میں گورنر اسمبلی کا اجلاس نہ بلا سکے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ گورنر جنرل کو صوبے کے گورنر اور وزراء سے صحیح حالات معلوم نہ ہو سکیں۔ ایسے حالات میں اختیارات بالکل بے کار ثابت ہوں گے کیونکہ ہنگامی حالات میں اخبارات کی آزادی کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ مخالف پارٹی بھی عدم موجود ہوگی کیونکہ ہنگامی حالات میں آزادی تقریر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر گورنر اور وزراء ملی بھگت بنا لیں تو جب تک چاہیں من مانی کر سکتے ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے گورنر اور صدر آزمودہ کار اور سیاست دان ہوں گے جو ہماری آزادی کی پاسبانی کر سکیں گے۔ اگر وہ واقعی جمہوری اصولوں پر اعتماد رکھتے ہوں گے تو ان کے لئے ان اختیارات کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر انہیں جمہوریت پر اعتماد نہ ہو تو انہیں کس طرح ہماری پاسبانیوں کا اور آزادی کا محافظ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ گواہ ہے کہ آزمودہ کار ریاست دان بھی پارٹیاں بدلتے رہتے ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ گورنری مل جانے پر بعض آزمودہ کار ریاست دان بھی اپنے راستے سے نہ ہٹ جائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہنگامی اختیارات کا یہ اہتمام کرنے سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا تو دستور سازوں کو کون سی تدابیر اختیار کرنی چاہیئے لیکن یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ایسی مضبوط مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کی موجودگی میں جنہیں عوام اقتدار سونپیں گے اور جب اسمبلیوں میں ملک کے اپنے نمائندے موجود ہوں گے تو اس نوعیت کی ہنگامی صورت حال کا تصور بھی محال ہے۔ ہر وقت اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر اجلاس بلانے میں کسی قدر تاخیر کا امکان ہو تو اس درمیانی عرصہ میں گورنر کو قانون بنانے کا اختیار ہے لیکن ہنگامی صورت حال میں سب سے مناسب تدبیر یہ ہے کہ اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جائے اور ممبران سے یہ کہا جائے کہ وہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے حالات پر قابو پانے کی کوشش کریں اور جب تک حالات درست نہ ہو جائیں اجلاس جاری رہے۔

دستور بار بار مرتب نہیں کیا جاتا اگر دستور ٹھیک رہا بھی ہو تو اس میں ترمیم آسان ہے

# قومی ہیلتھ سروس

## اور مفت طبی امداد

برطانی قوم کا ایک مشہور وصف ہے یہ کہ وہ "با عمل" ہے۔ اہل برطانیہ جس کام میں دل سے پڑ جاتے ہیں اس کو پورا کئے بغیر چھوڑنا نہیں چاہتے۔ دنیا میں یہ "سوشلزم" کے پھیلنے کا زمانہ ہے۔ اس لئے حاجت مندوں کی حاجت روائی کے بغیر اب کوئی قوم ترقی کا قدم آگے نہیں بڑھا سکتی۔ برطانیہ میں جولائی سنہ ۴۸ سے ایک "نیشنل ہیلتھ اسکیم" جاری ہے جس کی کچھ تفصیلات ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو مفت طبی امداد دی جائے اور علاج کے تمام اخراجات کا بار حکومت پر ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں یہ مسئلہ کہیں زیادہ پیچیدہ ہے اور اس کی وسعت اتنی ہے کہ آسانی سے اس پر قابو حاصل نہیں کیا جا سکتا پھر بھی ہمارے لیڈروں کا فرض ہے کہ اس برطانی اسکیم پر غور کریں اور یہ سوچیں کہ اس کے کون سے وہ حصے ہیں جو اپنی ملکی ضروریات کے مطابق تبدیلیوں کے ساتھ کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ اس اسکیم کی برطانی اور امریکن اخبارات میں بڑی تعریف کی گئی ہے۔ یہ ہماری توجہ کی بھی مستحق ہے۔

اس کے متعلق ایک پرجوش امریکن رسالہ لکھتا ہے۔ "آج برطانیہ میں کوئی شخص طبی امداد سے محروم نہیں ہے اس لئے کہ ڈیوک سے لے کر ادنیٰ کلرک کو ہر قسم کی طبی امداد حاصل ہے، جس کے لئے اسے ایک پیسہ بھی خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ ہر گھرانا ایک طبیب کی نگرانی میں ہے۔ وہ اپنی طبی امداد پیش کرتا ہے اور دوا فروش مفت دوائیں مریض کو بھیج دیتا ہے اور اس کا بل روپے کی ادائگی کے لئے حکومت کے پاس چلا جاتا ہے!"

کیسی اچھی باتیں ہیں! اتنی اچھی کہ یقین میں نہیں آتیں! ہمارے ملک کے لئے تو یہ خواب شاید ہی بہت دنوں تک ممنون تعبیر ہو سکے۔ مگر اس نئے دور میں بہت سے خواب حقیقتوں کی شکل اختیار کر رہے ہیں!

برطانیہ کے ہر رجسٹرڈ ڈاکٹر کو جو طبی پیشہ کرتا تھا یہ موقع دیا گیا کہ وہ دو صورتوں میں ایک صورت کو اپنے لئے منتخب کر لے۔ یا تو وہ اسکیم میں شریک ہو جائے یا خود کو اس سے باہر کر لے جن لوگوں نے عہدنامے پر دستخط کر دئے ان کو گورنمنٹ کی طرف سے کم از کم چار ہزار روپے سالانہ کی گارنٹی کر دی گئی تاکہ وہ حصول معاش کی طرف سے مطمئن ہو جائیں اس کے بعد انھیں اجازت دی گئی کہ اپنے رجسٹر میں مریضوں کے نام داخل کریں۔ اگر کسی ڈاکٹر کے پاس ایک ہزار مریضوں نے اپنے نام درج کرائے تو اسکی پانچ ہزار روپے سالانہ آمدنی یقینی ہو گئی اور جو ڈاکٹر چار ہزار مریضوں تک کا علاج کرتا ہو اسکی آمدنی پچاس ہزار روپے سالانہ معین کر دی گئی۔ اس سرکاری کام کے علاوہ اس کو اجازت دی گئی کہ وہ اگر چاہے تو یہ خدمات انجام دینے کے بعد پرائیویٹ پریکٹس سے بھی آمدنی حاصل کر سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بڑی بڑی آمدنی والے جو اطبا قومی خدمت کے خیال سے اس اسکیم میں شریک ہوئے ان کو اس سے کسی قدر گھاٹا ہوا مثلاً لنڈن کے مضافات میں دو ڈاکٹر شرکت میں پریکٹس کرتے تھے ان کے مریضوں کی تعداد تقریباً بارہ سو مزدوروں اور چار سو پرائیویٹ اشخاص پر مشتمل تھی۔ ان کی آمدنی تقریباً پچاس ہزار روپے سالانہ تھی۔ لیکن اسکیم میں شرکت کے بعد انھوں نے کہا: "اب ہمارے پاس ستائیس سو رجسٹرڈ مریض ہیں۔ اور ہمارے تمام مریضوں نے مفت طبی امداد کے لئے اپنے نام رجسٹرڈ کرائے ہیں۔ ہماری آمدنی چالیس فی صدی کم ہو گئی ہے"

جب یہ تجویز پہلے پہل پیش کی گئی تو قدرتی طور پر بہت سے ڈاکٹروں نے اس کی مخالفت کی بہت سے ماہرین اور خوب دولت کمانے والے معالجین نے اس پر اعتراض کیا۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی آمدنی میں کمی واقع ہو اور وہ کلی طور پر حکومت کے ملازم بن جائیں۔ ان کو اس پر بھی اعتراض تھا کہ معقول فوری فیس کے بغیر ہی ان کو روزانہ چالیس پچاس مریضوں کو دیکھنا ہو گا۔

لیکن گورنمنٹ اپنی اسکیم پر ڈٹی رہی اور آخر کار اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ رفتہ رفتہ برطانی ڈاکٹروں نے اس معاملے کو انسانی بہبود کے نقطۂ نگاہ سے دیکھا اور یہ بھی خیال کیا کہ اگر وہ خود کو اس اسکیم سے باہر رکھیں گے اور تقریباً پوری آبادی اس سے فائدہ اٹھانے کے خیال سے مفت طبی علاج کے لئے اپنے نام سرکاری ڈاکٹروں کے رجسٹروں میں درج کرائے گی تو بیرونی ڈاکٹروں کے لئے مریض کہاں باقی رہیں گے! نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ کے اکیس ہزار ڈاکٹروں میں سے بیس ہزار اس اسکیم میں شریک ہو چکے ہیں۔ اور چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے ان کی آمدنی کی گارنٹی کر دی گئی ہے اس لئے اب نہ تو انھیں حصول معاش کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور نہ حد سے زیادہ دولت جمع کرنے کی فکر ہے۔ گویا ایک خاص قسم کا "سوشلزم" قومی صحت اور طبی امداد کے سلسلے میں بروئے کار آگیا ہے۔ اور ہر شہری کے لئے مفت طبی امداد یقینی ہو گئی ہے۔

اس خیال سے کہ جس شہری کو مفت طبی مشورہ ملتا ہے اسے دوا فروش لوٹنے نہ لگیں، تمام دوائیں مریضوں کو مفت دی جاتی ہیں۔ دواؤں کے بل حکومت کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں اور سرکاری خزانہ فوراً ان کی ادائگی کر دیتا ہے۔ دیکھئے یہ چیز کس قدر حیرت انگیز ہے! اگر یہ اسکیم بڑی خوش اسلوبی سے زیر عمل ہے۔

یہ نیشنل ہیلتھ سروس کوئی خیراتی کام یا خیراتی ادارہ نہیں ہے۔ ملک کا ہر باشندہ "ٹیکس دہندہ" کی حیثیت سے اس قومی خرچ کا بار اٹھاتا ہے یہی ہونا بھی چاہئے۔ شہریوں کی صحت و زندگی ہر اسٹیٹ کی پہلی ذمہ داری ہے۔

اس سلسلے میں یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ ہر شہری، خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو، خود اپنی پسند کے مطابق اپنے "فیملی ڈاکٹر" سے طبی مشورہ اور طبی امداد لینے کا حق رکھتا ہے۔ کوئی شخص کسی مخصوص ڈاکٹر سے کام لینے کے لئے مجبور نہیں ہے۔ ڈاکٹر اور مریض کے درمیان بیماری کے متعلق جو باتیں ہوتی ہیں وہ صیغۂ راز میں رکھی جاتی ہیں۔ اکثر گھرانے اپنے پرانے ڈاکٹروں ہی سے مشورہ کرتے ہیں، لیکن ہر شخص اس کے لئے آزاد ہے کہ جب چاہے ڈاکٹر بدل دے اور اپنا نام دوسرے ڈاکٹر کے رجسٹر میں درج کرا لے۔ بہرحال چونکہ ڈاکٹروں کا ذاتی مفاد اسی میں ہے کہ اس کے مریض اس سے فائدہ حاصل کریں، اس لئے وہ پوری توجہ سے علاج کرتے ہیں۔ اس طرح خدمت کا جذبہ اور رقم حاصل کرنے کا شوق دونوں کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ مگر غیر معمولی نفع بازی کے عنصر کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا عام طبی مشورہ اور علاج کے علاوہ ہر شہری کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ سرکاری ہسپتالوں اور اداروں کی اسپیشل اور ماہرانہ طبی مدد بھی حاصل کرے۔ ان خدمات میں مندرجہ ذیل چیزیں بھی شامل ہیں۔ زچگی میں [illegible] کی خصوصی مدد [illegible] دماغی صحت کے ہسپتالوں سے کام لینا اور ہر قسم [illegible]

(باقی صفحہ ۱۲ [illegible])

## ہندوستان میں شہری آزادیاں

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

پکار رہا ہے اس سے زیادہ اس کی مذمت نہیں ہو سکتی۔

اس پس منظر میں مجوزہ دستور کی تمہید پر غور کرو جس میں کہا گیا ہے کہ "ہندوستان کے باشندے طے کرتے ہیں کہ ہندوستان آزاد جمہوریہ بنایا جائے جس میں ہر شہری کے ساتھ سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف برتا جائے گا اور جنہیں اظہار خیال اور عقائد کی آزادی حاصل رہے گی" یہ کیا جا رہا ہے کسی حقیقی بنا پر نہیں ہے۔ میرا یہ استدلال ہے کہ تمہید میں جو ادعا کیا گیا ہے وہ دستور کے متن میں مفقود ہے۔ میرا یہ بھی استدلال ہے کہ دستور میں اظہار خیال و عقائد کی آزادی ہے اور نہ سیاسی انصاف ہی موجود ہے۔ (ریڈیکل ہیومنسٹ)

## صدر اور گورنروں کے آمرانہ اختیارات

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

ہوتی۔ بہتر یہی ہے ہمارے دستور ساز اس وقت ٹھیر جائیں اور دستور کے تمام پہلوؤں پر گہری نظر ڈالیں اور دستور کی معنوی باریکیاں واضح کریں تاکہ کسی آئینی الجھن کا امکان نہ رہے ورنہ ممکن ہے اپنے آپ میں یہ دستور ہمارے دستور سازوں کی منشاء کے برعکس ثابت ہو۔ یہی وقت عمل کا ہے اور اگر اس وقت کوئی غلط قدم اٹھایا گیا تو مستقبل میں اس کے نتائج بہت مہلک ہوں گے۔

ہندوستان کا دستور اساسی ایک عجیب طرح کا مرکب ہے۔ ایک طرف فیڈرل لیجسلیچر کے دو ایوانوں کی دو تہائی اکثریت کو دستور میں ترمیم کرنیکا اختیار دیا گیا ہے اور دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ لیجسلیچر کو معمولی قانون پاس کرانے کا بھی اختیار نہیں ہر قانونی مسودے کو ایکٹ بننے کے لئے صدر کی رضامندی درکار ہے۔ اگرچہ فیڈرل لیجسلیچر کے دونوں قابلیت کی بناء پر اپنے صدر کو علیحدہ کر سکتے ہیں لیکن اگر صدر کسی مصلحت سے کسی قانونی مسودہ کو پاس کرنا مناسب نہ سمجھتا ہو تو دونوں ایوان ملکر بھی اس قانون کو پاس نہیں کر سکتے۔

اگر آئینی طور پر اسمبلی کی دو تہائی اکثریت صدر کے ان اختیارات کی تنسیخ کا مطالبہ کر سکتی ہے تو صدر اپنے اختیارات کی مدد سے اس تحریک کو مسترد کر سکتا ہے اور اس طرح صدر کو ہی آمریت قائم رکھنے کا موقع دیا گیا ہے۔

(۱) دستور میں یہ بتایا گیا ہے کہ یونین کا لیجسلیچر ریاستی ریاستوں کے علاقہ میں صرف معاہدات کے دائرے کے اندر آئینی اور انتظامی کارروائی کر سکتی ہے لیکن اگر دستور میں دوبارہ ترمیم کر دیا جائے تو لیجسلیچر ریاستوں کے بارے میں آئینی انتظامی کارروائی کا حق حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) اگرچہ صوبوں کے لئے قومی زندگی کے شعبے مخصوص کر دیے گئے ہیں لیکن اگر کوئی شعبہ قومی اہمیت اختیار کر لیتا ہے تو کونسل آف اسٹیٹس کی دو تہائی اکثریت کی ایک قرارداد منظور کرکے جو صدر کی منظوری کی محتاج نہ ہوگی اس شعبے کے تمام اختیارات یونین کا لیجسلیچر کا تفویض کر سکتی ہے۔

(۳) پارلیمنٹ اگر مناسب سمجھے یونین کے قوانین کی پابندی کے لئے ایسی عدالتیں بھی قائم کر سکتی ہے جو عدالت اعلیٰ (Supreme Court) کے ماتحت نہ ہوگی۔ لیکن بعض صورتوں میں مخصوص اجازت سے ان عدالتوں کی اپیل اعلیٰ میں ہو سکتی ہے۔

لیکن جہاں فیڈرل لیجسلیچر ان تمام امور کی اس وقت انجام دیسکتا ہے جب اسے صدر کا تعاون حاصل ہو لیکن صدر کو اتنے اختیارات دئے گئے ہیں کہ وہ اگر چاہے تو لیجسلیچر کے تمام اختیارات کو معطل کر سکتا ہے۔ اگر صدر راضی ہے تو لیجسلیچر سب کچھ ورنہ کچھ نہیں۔

ان تمام اعتراضات کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ صدر حکومت کے رکن اعلیٰ کی حیثیت سے ان اختیارات کو استعمال کریگا۔ لیکن یہ بات ٹھیک نہیں دستور میں صدر کو رکن اعلیٰ کا درجہ نہیں دیا گیا ہے۔ وہ لیجسلیچر کو جو پیغامات بھیجتا ہے وہ اپنے وزراء کے مشورے سے مگر وہ جب چاہے قانون کے مسودوں کو لیجسلیچر اور وزراء کے پاس نظر ثانی کے لئے بھیج سکتا ہے۔

بادی النظر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری فیڈرل اسمبلی کے پاس دیگر ممالک کی فیڈرل اسمبلیوں سے زیادہ اختیارات دیئے گئے ہیں۔ لیکن اگر صدر اپنا ویٹو نافذ کر دے تو لیجسلیچر کا کام صرف بحث مباحثہ کرنا ہے اور کوئی آئینی یا انتظامی کارروائی اس کے اختیار میں نہیں بلکہ صدر خود مختار ہے۔

دستور اساسی میں صدر اور لیجسلیچر کے تعلقات میں کوئی توازن رکھا گیا ہے یہ دوسری بات ہے کہ امریکہ اور فرانس کی طرح ہندوستان میں لیجسلیچر صدر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے لیکن اگر صدر اور لیجسلیچر میں کوئی تنازعہ پیدا ہو گیا تو دستور اور ملک کی جمہوری بنیاد پر بہت زیادہ دباؤ پڑیگا۔

بہتر یہ ہے کہ دستور کے نافذ ہونے سے پہلے صدر کے اختیارات محدود کر دیے جائیں تاکہ آئندہ کے لئے راستہ صاف رہے۔

## قومی ہیلتھ سروس

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶)

سرجیکل آپریشن ہسپتالوں کی خدمات حاصل کرنے کے لئے اب کوئی فیس نہیں ہے مگر جو لوگ زیادہ پرائیویٹ ماحول میں رہنا چاہیں اور الگ قیام گاہ کے طالب ہوں ان کو کچھ دینا پڑتا ہے۔ دوائیں خواہ ہسپتال کے نسخے کی ہوں یا گھریلو علاج کے نسخے کی تمام دوا فروشوں سے جو اس اسکیم میں شریک ہیں مفت مل جاتی ہیں اور اسی طرح عمل جراحی کے لئے بھی ضروری چیزیں مفت ملتی ہیں۔

انگلستان میں سر دست دانت کے ڈاکٹر سر دست اتنی تعداد میں نہیں کہ عوام کے لئے پورے طبی مشورہ کی راہ فوراً کھول دی جائے۔ پھر بھی یہ سروس جلد از جلد جاری کی جانے والی ہے۔ اسکولوں میں لڑکوں کے لئے دانتوں کے علاج اور مشورہ کی پوری سروس موجود ہے اور جولائی سے بچوں کے لئے بھی جزوی خدمات مہیا کر دی گئی ہیں جو مفت حاصل کی جا سکتی ہیں۔

## سرخ خطرہ پورے ایشیا پر چھا جائیگا

واشنگٹن ۸ اگست چینی سفیر متعینہ واشنگٹن ڈاکٹر ویلنگٹن کو نے اپنے ایک صحافتی بیان میں اس بات کی تردید کر دی ہے کہ قومی حکومت چین آئندہ دو ہفتہ میں اس سرکاری ایجنٹ کے متعلق ایک بیان شائع کر رہی ہے جو حال ہی میں وزارت خارجہ امریکہ کی جانب سے چین کے متعلق امریکی آئندہ پالیسی پر شائع ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلا شبہ کمیونسٹ ہم پر غالب آ رہے ہیں لیکن پھر بھی دنیا اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی کہ چینی حکومت اب بھی کمیونسٹوں کا نہایت دلیری سے مقابلہ کر رہی ہیں۔

چینی سفیر نے حکومت امریکہ پر زور دیا کہ وہ حکومت چین کو مزید امداد دے ورنہ سرخ خطرہ چین سے بڑھ کر پورے ایشیا پر بھی چھا جائے گا۔

آخر میں ڈاکٹر ویلنگٹن کو نے کہا کہ میں نہ صرف امریکہ بلکہ ان تمام ممالک سے اپیل کرتا ہوں جن کو آزادی ہے کہ اگر انہیں کروڑوں انسانوں کو زندگی اور بربریت سے بچانا ہے تو وہ فوراً قومی حکومت کی جنگ آزادی میں مدد کریں تاکہ سرخ خطرہ کو چین میں ہی دفن کر دیا جائے۔

(ی۔ پ۔ مانڈیا)

# اعلان

اشیار صادر کی فراہی براے سنہ ۱۳۵۶ ف تا ۱۳۵۷ ف کے لئے مہر بند ٹنڈر مطلوب ہیں جو ناظم سررشتہ اسٹیشنری کے ہاں دن کے ایک بجے تک یوم چہارشنبہ ۳۱ مہر ۱۳۵۷ ف (۱۰ اگسٹ ۱۹۴۹ء) پہنچ جانیں ٹنڈر فارم سررشتہ طباعت و اسٹیشنری سے بہ ادائی ایک روپیہ سکہ عثمانیہ حاصل کیا جاسکتا ہے جس کے حصول کی آخری تاریخ شنبہ ۲۰ مہر ۱۳۵۸ ف (۲۰ اگسٹ ۱۹۴۹ء) مقرر ہے۔

فرید مختوط. عبدالقیوم ناظم اسٹیشنری حکومت حیدرآباد دکن



# اشتہار

حاضری ورثا متوفی امرتہ محکمہ نظامت عدالت ضلع بیدر خریف واقع ۳ مہر ۱۳۵۸ ف نمبر مقدمہ ۳۴ ۱۳۵۸ ف باجلاس مولوی محمد عبدالعزیز صاحب ناظم عدالت ضلع بیدر۔

مقدمہ درخواست مسمی گنگادھر نسبت عطا رصداقت نامہ وراثت۔ ہرگاہ مقدمہ معنونہ میں منجانب گنگادھر نابالغ بولایت مادر بھاگیہ بائی و نشمی کلاوتی بھاگا بائی زوجہ بیکو رام و رسابائی زوجہ پانڈورنگ سکنہ رام واڑی مالکی تعلقہ احمد پور درخواست پیش کی گئی ہے کہ مسمی بیکو رام ولد سدا شیو سکنہ رام واڑی مالکی تعلقہ احمد پور ضلع بیدر کا انتقال ہو چکا متوفی نے سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹیڈ لاتور میں بلبلغ (صعہ سمہ) بعد سود وریو ہونگ بنک اکاؤنٹ پاس بک نمبر

مورخہ ۴ مارچ ۱۳۵۸ ف ۸ رنی ۱۳۵۸ ف ازالستہ ابتدا و وریعہ گنہ ر پارٹ نمبر ۹۶ مورخہ ۴ مارچ ۱۳۵۸ ف ۱۶/۵ ابلیغ (صعہ سمہ) مع سودی صدی سالانہ پہچاہ روپیہ جمع کی

ذریعہ ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کسی کو عطا رصداقت نامہ وراثت میں عذر ہو تو اندرون پیشی ۵ مہر ۱۳۵۸ ف رجوع ہو کر جواب دہی کی جائے بصورت غیر حاضری کارروائی مسموع ہو کر صداقت نامہ اجرا ہوگا۔

# صیانتی مجلس میں فلسطین کے مسئلہ پر غور

لیک سکسس ۸ اگسٹ۔ منصرم ثالث فلسطین ڈاکٹر رالف بنچ نے آج صیانتی مجلس میں متحدہ اقوام کی ناظرین کو فلسطین سے واپس بلالینے اور نگرانکار اسٹاف کو برخواست کردینے سے متعلق روس کی تجویز کی سخت مخالفت کی۔ روسی مندوب صیانتی مجلس یعقوب ملک نے صیانتی مجلس میں کہا کہ فلسطین میں ناظرین کو رکھنے کی اب مزید کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ فریقین اب اپنے ہی ذرائع کو استعمال میں لاکر آپس میں سمجھوتہ کرنے کے قابل بن گئے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اس وقت لاسین میں فلسطین کا جو مصالحتی کمیشن ہے۔ اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں لیکن موصوف نے اس کو برخواست کردینے کی کوئی تجویز پیش نہیں کی۔

اقوام متحدہ کی منصرم ثالث فلسطین نے روسی نمائندے کی تحریک کے جواب میں یہ کہا کہ ناظرین کو فلسطین سے واپس بلالینے کے ان معاہدات صلح پر "خطرناک اثرات مرتب ہوں گے" جو مملکت اسرائیل اور پڑوسی عرب ممالک کے مابین طے کئے گئے ہیں۔

اسرائیلی و مصری معاہدہ صلح کے ذریعہ ایک غیر جانبدار منطقہ کا تعین کر دیا گیا ہے کہ جہاں متحدہ اقوام کے کارکنوں کی موجودگی ضروری ہے۔

نیز شرق اردن اور اسرائیل کے مابین جو صلح نامہ طے پایا ہے اس میں ماؤنٹ اسکوپس کے علاقے و بیت المقدس کے رقبہ کو غیر مسلح کرنے کی تجویز موجود ہے اور یہ رقبہ جات آیندہ کسی دوسرے سمجھوتے تک متحدہ اقوام کے ناظرین ہی کی نگرانی میں رہیں گے۔

صیانتی مجلس کا یہ اجلاس ڈاکٹر رالف بنچ فلسطینی ثالث کی رپورٹ پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا ہے۔ روس نے ناظرین کو واپس بلالینے اور نگرانکار اسٹاف کو برخواست کردینے کی یہ تجاویز کینیڈا اور فرانس کی اس مشترکہ قرارداد میں ترمیم کی غرض سے پیش کی ہے جس میں صیانتی مجلس سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ مجلس ابتدائی صلح نامہ فلسطین کو ختم کرکے ثالث کے عہدے کو برخواست کردے اور فلسطین میں آتشبازی کی موقوفی سے متعلق دیئے حکم کی توثیق مزید کرے۔

مجلس نے تمام مندوبین کو ان تجاویز پر غور و خوض کرنے کا موقع دینے کے لئے اپنا اجلاس پنجشنبہ تک ملتوی کردیا۔

# پارچہ فروشوں کو جرمانے

حیدرآباد دکن۔ ۸ اگسٹ بلا لائسنس کے بغیر گرانی کا کپڑا فروخت کرنے کی علت میں حسب ذیل اشخاص کو ناظم صاحب اول عدالت فوجداری نے فی کس پانچ روپئے جرمانے کی سزا دی ہے۔

(۱) پرمانند ولد لیلارام

(۲) عبدالکریم

(۳) عبدالرزاق

(۴) ابراہیم کاٹ گیل